OPEN ACCESS
Al-Qālam القلم
P-ISSN: 2071-8683; E-ISSN: 2707-0077
Volume 28, Issue, 1, 2023
http://alqalamjournalpu.com/

اسلامی ریاست میں سربراہ مملکت کی استثنائی حیثیت

Immunity status of the Head of State in the Islamic Republic

Hafiza Sidra Sultan
Lecturer, Department of Islamic Studies, Govt.Graduate Fatima Jinnah College (W), Chunna Mandi, Lahore
Muhammad Izhar-ul-Haq
MPhil Islamic Thought and Civilization, University of Management and Technology, Lahore

Abstract

KEYWORDS:

Islamic State, Islamic Law, Immunity, Exemption, Constitution of Pakistan, Article 248.

Date of Publication: 30-06-2023

Absolute authority belongs to Allah, who is Omnipotent and Omnipresent, has made Man His viceroy or caliph on earth to uphold the faith and managing the affairs of the world. After Prophet SAWW's migration to Makkah, the last prophet established an Islamic state in Madinah and was nominated as the governor of the first Islamic state. He laid the foundation of an Islamic state on peace, equality, and justice. By his actions he demonstrated and manifested that everyone is equal before law. Being the Head of the State He (SAW) lived a very simple life and never demanded any luxury, protocol or exemption from law. He taught the same to his companions and they also shadowed their footsteps after him. Unfortunately, in present age Islamic states are not practicing Islamic Law and their heads have forgotten the commandments of Quran and Sunnah. They are enjoying a life of luxury and are busy in making money instead of serving their subjects. They either have made laws against shariah and consider themselves above the state's law or made such laws which give them immunity or exemption before law. In the Constitution of Pakistan article 248 specially clause II has been eloquently stated that to exempt the head of the state from any kind of criminal proceeding in any court during the term of his office is completely against the soul and principles of Islamic Law. This paper will discuss whether the Head of an Islamic state is above the law or can get any kind of exemption or an immunity from the law in the light of Quran and Sunnah.

اللہ تعالیٰ جو اس پوری کائنات کا خالق ومالک ہے، اس نے انسان کی تخلیق فرما کر اسے علم وعقل جیسی نعمتوں سے نوازا ، اچھائی اور برائی میں فرق کرنے کی تمیز دی اور سوچنے سمجھنے کی صلاحتیں عطا فرمائیں۔ ان تمام خاصیتوں کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات قرار دیتے ہوئے مسجود ملائک بنایا اور انسان کو زمین کے تمام معاملات میں تصرف کا حق دیتے ہوئے اسے زمین پر اپنا نائب اور خلیفہ بنا کر بھیجا ارشاد باری تعالیٰ ہے " وَاِنّی جَا عِلٌ فِی الَارض خَلیفة (1) "

منصب خلافت پر فائز کرنے کے بعد اللہ تعالی نے انسان پر اس بات کی وضاحت کر دی کہ اسے دنیا میں تصرف کا اختیار تو ہے مگر وہ اس تصرف میں خود مختار نہیں ہے بلکہ وہ اللہ تعالی کے فیصلوں کا پابند ہے اور دنیا میں اللہ کے فیصلوں کے مطابق زندگی گزارنا ہی انسان کا اولین فریضہ ہے اور اسی میں انسان کی نجات بھی ہے۔ نیز بر آں اللہ تعالی نے انسان پر یہ بھی واضح کر دیا کہ جہاں وہ اس دنیا میں خود مختار نہیں ہے وہیں وہ محکوم بھی نہیں ہے۔ کا ئنات کی حاکمیت واقتدار صرف اور صرف اللہ کو حاصل ہے اور تمام انسان صرف اور صرف اللہ ہی کے حکم کے پابند ہیں خلیفہ کی حیثیت سے انسان زمین پر اللہ کے احکامات کو نافذ کرنے کا پابند ہے۔ الغرض اللہ تعالی نے حضرت آدم اور حوا علیہا السلام کو طریق حیات اور مقصد حیات کے ساتھ زمین پر بھیجا۔

حضرت آدمؑ نے اسی مقصد حیات کی تبلیغ کا بیڑا اُٹھایا۔ صدیوں تک انسان خدائے واحد و یکتا کے مطیع و فرمانبردار رہے لیکن رفتہ رفتہ انسان نے احکام الٰہی سے سرکشی وروگردانی اختیار کی۔ اصل زندگی سے انحراف کیا اور کائنات کی مخلوقات خواہ وہ انسانی ہوں یا غیر انسانی، مادی ہوں یا غیر مادی کو خدائے واحد و یکتا کے ساتھ شریک ٹھہرانے لگے ایسے میں اللہ تعالی نے انسان کی ہدایت وراہنمائی کا انتظام اپنے مطیع وفرمانبردار بندوں کے ذریعے فرمایا ۔ ہزارہا سال تک پیغمبروں کی بعثت کا سلسلہ جاری رہا۔ اللہ تعالی نے ان پیغمبروں میں سے بعض کو شریعت عطا فرمائی اور بعض کو زمین پر حکومت وملوکیت عطا فرمائی۔ ان انبیاء کی زندگی کا مقصد بنی نوع انسان کو خدائے واحد و یکتا کے احکامات کی تبلیغ کرنا اور ایک ایسی اُمت بنانا تھا جو اللہ کی واحدنیت کا یقین رکھتی ہو۔ اسکے بنائے ہوئے قوانین ا ور حدود وقیود کی پیروی کرنے والی ہو۔ اللہ کے بھیجے ہوئے انبیاء ورسل نے پوری جانفشانی کے ساتھ انسانیت کی اصلا ح کا کام سرانجام دیا۔

حضرت محمد ﷺ انبیاء کرام علیہم السلام کے اس سلسلے کی آخری کڑی ہیں۔ آپ ﷺ کو دیگر انبیاء کی طرح کتاب اور شریعت عطا فرمائی گئی آپ ﷺ نے تقریباً 13 سال مکہ میں تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیا اور مکہ کے مشرکین کو خدائے واحد و یکتا کی مطلق العنانیت کا درس دیا۔ جب مکہ کے لوگوں پر حجت تمام ہو گئی تو اللہ تعالی نے

آپ ﷺ کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دے دیا۔ حالات و واقعات کا تنقیدی جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی مدینہ کی طرف ہجرت طے شدہ تھی ہجرت سے قبل مکی دور میں نازل ہونے والی وحی میں اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو خود اقتدار کے حصول کی دعا سکھائی ارشاد باری تعالی ہے:

وَقُل رّبّ اَدخِلنی مُدخل صَدق وّ اَخرِجنی مُخرج صَدق وّاجعَلنْی مِن لَدُنکَ سُلطٰناً نَصِیراً (2)

ترجمہ:

"اور اے محمد ﷺ آپ دعا کریں کہ اے پروردگار مجھ کو جہاں بھی لے جا سچائی کے ساتھ لے جا اور جہاں سے لے جا سچائی کے ساتھ لے جا اور اپنی طرف سے ایک اقتدار کو میرا مددگار بنادے"۔

علامہ ابن کثیر ابن قتادہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ یہاں مکہ سے نکلنا اور مدینہ میں داخل ہونا مراد ہے یہی مشہور اور راجح قول ہے۔(3) علامہ مودودی لکھتے ہیں کہ اس آیت میں اقتدار کے حصول سے مراد یہ ہے کہ اے خدایا تو مجھے خود اقتدار سے نواز یا کسی حکومت کو میرا مددگار بنادے تاکہ اس کی طاقت سے میں دنیا کے اس بگاڑ کو درست کروں، فواحش و معاصی کے سیلاب کو روکوں اور تیرے قانون عدل کو جاری کروں(4)اس قول کی تائید آنحضرت ﷺ کی حدیث مبارکہ سے بھی ہوتی ہے۔

اِنَّ اللّٰہ لیزع با السلطان فلا یزع باالقرآن (5)

ترجمہ:

"اللہ تعالی حکومت سے ان چیزوں کا سدباب کرتا ہے جنکا سدباب قرآن سے نہیں ہوتا"

سید ابوالاعلی مودودیؒ مزید لکھتے ہیں کہ مندرجہ بالا آیت مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام دنیا میں جو اصلاح چاہتا ہے وہ صرف وعظ و تذکیر سے نہیں ہوسکتی بلکہ اسکو عمل میں لانے کے لیے سیاسی قوت بھی درکار ہے۔ پھر جبکہ خود اللہ تعالی نے یہ دعا نبی اکرم ﷺ کو سکھائی ہے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دین کو قائم کرنے، شریعت کو فافذ کرنے اور حدود اللہ کو جاری کرنے کے لیے حکومت کی طلب کرنا اور اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرنا نا صرف جائز بلکہ مندوب و مطلوب ہے۔(6)

یہی طرز عمل آپ ﷺ سے قبل انبیاء کی حیات میں بھی دیکھنے کو ملتا ہے حضرت داوَدؑ کو اللہ تعالی نے حکومت عطا فرمائی اور حضرت یوسفؑ کو صاحب اقتدار لوگوں کا ساتھ عطا فرمایا تاکہ وہ زمین پر اللہ کے نائب ہونے کی حیثیت سے خدائے واحد و یکتا کی حکمرانی قائم کرسکیں اور اپنے اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے عوام کی فلاح و بہبود اور خیر خواہی کے لیے کوشاں رہیں۔ گویا کہ غلبہ دین حق، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، عدل و انصاف،

مساوات وبرابری، اخوت وبھائی چارہ اور مسلم اُمہ کی فلاح وبہبود اور تہذیب وثقافت کی نشوءوارتقاء کے لیے اسلامی ریاست کا قیام اولین فریضہ ہے۔ اسلامی زندگی کی اجتماعیت کو قائم رکھنے کے لیے اسلامی حکومت کے ناگزیر ہونے پر اُمت کا اجماع ہے۔

علامہ ابن خلدونؒ فرماتے ہیں کہ "سیاست و حکومت سے اللہ کی مخلوق کی کفالت معرض وجود میں آتی ہے اور حکومت اللہ کے قانون کو نافذ کرنے کے لیے بمنزلہ خلافت کے ہے۔ مزید لکھتے ہیں کہ حکومت کی اطاعت گو یا اللہ کا فریضہ ہے جو نا قبل تغیر و تبدل ہے اوراسکا چھوڑنا حرام ہے (7) لہذا ریاست کے اس ادارے کے قیام میں سب سے اہم کردار امام، حاکم یا امیر کا ہے۔ کیونکہ حفاظت دین اور اُمور ریاست کی انجام دہی کیلئے امام کا ہونا ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء نے امام کے تقرر کو واجب قرار دیا ہے۔

علامہ ماوردی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ "نبوتؐ کی جانشینی کے لیے امامت ہے تا کہ دین کی حفاظت ہو اور دنیا کا انتظام قائم رہے۔ کسی شخص کا اُمت میں اجماع اُمت سے امام مقرر کیا جانا واجب ہے" (8) مزید بر آں امیر کی اطاعت بھی اُمت کا اولین فریضہ ہے اوراللہ اوراسکے رسول ﷺ کی اطاعت کیساتھ ساتھ امیر کی اطاعت وفرماں برداری کا حکم بھی دیا گیا ہے ارشاد باری تعالی ہے:

يَا اَيهَّا اَلّذيْنَ اَمَنْوا اَطَيعُو الله وَاَطيعْو اَلرّسوْل وَ اُولِىْ الاَمرِ مِنكُمْ(9)

ترجمہ:

"اے ایمان والو !اللہ اوراسکے رسول ﷺ کی اطاعت کرو، اوران لوگوں کی بھی جوتم میں سے صاحب اقتدار ہیں۔"

مذکورہ بالا آیت میں قرآن حکیم نے ارباب اختیار واقتدار کے لیے اولی الامر کی جو اصطلاح استعمال کی ہے، اسکے جواز وشرائط اور اس کی اطاعت پر مسلم مفکرین اور فقہاء کرام نے بہت کچھ لکھا ہے۔ نیز اس اصطلاح کے مفہوم میں شامل مترادفات، خلیفہ، حاکم، سلطان، امیر بادشاہ، عامل، گورنر اور شوری وغیرہ پر بھی سیر حاصل مباحث کی ہیں، جنکا خلاصہ یہ ہے کہ اولی الامر سے مراد اسلامی ریاست کا بلند ترین منصب ہے۔ بعض خلیفہ المسلمین یا امام کو اسکا مصداق قرار دیتے ہیں اور بعض اہل قرآن، تمام صحابہ کرامؓ اور علماء وفقہاء کو (10)

مندرجہ بالا آیت مبارکہ میں امیر کی اطاعت کا حکم دیا گیا کیونکہ حاکم زمین پر اللہ تعالی کے نائب کی حیثیت سے اللہ کے دیے ہوئے اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے ریاست کے انتظام و انصرام کو سنبھالتا ہے اور اُمت مسلمہ کی فلاح وبہبود اور ضروریات زندگی کی تکمیل کے لیے مناسب اقدامات کرتا ہے۔ اگر عوام ہی امیر کی

مخالفت میں جت جائے گی تو ریاست کا ادارہ کمزور پڑ جائے گا لہذا دین کی بقاء و ترقی کے لیے امیر ریاست کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ اسی لیے قرآن اور حدیث میں بارہا اطاعت امیر کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ

فسیری اختلافا کثیرا فعلیکم بما عرضة من سنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدبین عضو علیها باالنواحد وعلیکم باالطاعة وان عبداً جسشیا (11)

ترجمہ:

"پس عنقریب تم بہت زیادہ اختلاف دیکھو گے۔ پس تم میری سنت اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کو پہچانو اس پر مضبوطی سے قائم رہو۔ اسے مضبوطی سے پکڑ لو تم پر اطاعت کرنا لازمی ہے اگرچہ تمہارا امیر اایک حبشی غلام ہو"۔

گویا کہ اختلافات کے دور میں در بدر پھرنے کی بجائے رسول ﷺ کی سنت اور خلفائے راشدین کی سنت پر عمل پیرا ہونے، اور امیر چاہے وہ حبشی غلام ہی ہو، کی اطاعت کو بھی لازمی قرار دیا گیا کیونکہ اس سے ہی اُمت مسلمہ کی مرکزیت قائم رہ سکتی ہے اور اسی میں اُمت مسلمہ کی فلاح و بہبود کا راز پنہا ہے۔ اسلام نے جہاں اُمت مسلمہ کو امیر کی اطاعت کا پابند بنایا وہیں امیر کو بھی رعایا کے متعلق جوابدہ قرار دیا ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

کلکم راع وکلکم مسول رعیه فاالامام الذی علی الناس راع وهو مسئول عن رعیه(12)

ترجمہ:

"تم میں ہر ایک نگران ہے اور ذمہ دار ہے اور اس سے (قیامت کے دن) اس کی رعیت کے متعلق سوال کیا جائے پس جو امام لوگوں پر حکومت کرتا ہے وہ نگران ہے اس سے (قیامت کے دن) اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا"۔

گویا کہ تمام امیر اور حکمران قیامت کے روز اللہ تعالی کے سامنے اپنی رعایا اور اپنے ہر عمل کے متعلق جوابدہ ہونگے کیونکہ اللہ تعالی نے امراء کو جو اختیارات عطا فرمائے ہیں وہ سب کے سب عوام کی خیر خواہی اور فلاح و بہبود کے لیے عطا فرمائے گئے ہیں لہذا جہاں اللہ تعالی نے امراء کی اطاعت کا حکم دیتے ہوئے ان کے مقام کو مسلم اُمہ میں بلند کیا وہیں ان کے لیے کچھ حدود و قیود بھی مقرر کیں اور کچھ ذمہ داریاں بھی عائد کیں جن کا پورا کرنا ہر امیر کا اولین فریضہ ہے۔ اور اگر کوئی امیر اپنی ذمہ داریاں اچھے طریقے سے سرانجام نہیں دیتا تو وہ اللہ تعالی کے ساتھ خیانت کا مرتکب ہوتا ہے کیونکہ وہ اللہ تعالی کے دیے ہوئے اختیارات کو عوامی خیر خواہی اور دین حق کی حفاظت کے لیے استعمال کرنے کی بجائے اپنے ذاتی آرام اور آسائشوں کی نظر کر دیتا ہے ایسے حکمرانوں کے متعلق حدیث مبارکہ میں سخت وعید آئی ہے ارشاد نبی ﷺ ہے کہ

مامن وال یلی رعیه من المسلمین فیموت غاش لهم الا حرم الله علیه الجنة(13)

ترجمہ:

"اگر کوئی شخص مسلمانوں کا حاکم بنایا گیا اور اس نے ان کے معاملہ میں خیانت کی اور اسی حالت میں مر گیا تو اللہ تعالی اس پر جنت کو حرام کر دیتا ہے۔"

گویا کہ اسلامی ریاست میں سربراہ ریاست کو حاکم نہیں بلکہ محکوم کا درجہ حاصل ہے جو عوام کے دیے ہوئے اختیارات کو اللہ تعالی کی مقرر کی ہوئی حدود کے اندر رہ کر استعمال کرنے اور عدل و انصاف پر مبنی معاشرہ قائم کرنے کا پابند ہے۔ لیکن بد قسمتی سے موجودہ دور میں حکمرانوں نے اپنی ذمہ داریوں کو پس پشت ڈالتے ہوئے اسلامی ریاستوں کو اپنی ذاتی جاگیر سمجھ لیا ہے اور عوام کی زندگی کے معیار کو بلندی پر پہنچانے کی بجائے ان کو بنیادی ضروریات کی فراہمی، جان، مال اور عزت کے تحفظ سے محروم کر دیا ہے اور دوسری جانب خود پر آسائش زندگی گزار رہے ہیں۔

حکمران اپنی ذمہ داریاں پوری کریں یا نہ کریں خود کو ریاست کی طرف سے ملنے والی تمام مراعات کا مستحق سمجھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ حکمرانوں، وزیروں اور دیگر ریاستی عہدیداروں کو پر آسائش زندگی فراہم کرنے، ان کی سکیورٹی اور دیگر پروٹوکولز دینے میں ملکی خزانے کا زیادہ تر حصہ صرف کیا جاتا ہے جبکہ عوام مفلسی کی زندگی گزارتی ہے۔ اگر انصاف کے اداروں کو دیکھا جائے تو وہاں امراء، وزراء کو گھر بیٹھے ہی انصاف مل جاتا ہے جبکہ عوام عدالتوں میں دھکے کھاتی نظر آتی ہے اگر کوئی غریب کسی حکمران پر مقدمہ کرتا ہے تو اسکا فیصلہ بھی طاقت کے زور پر حکمرانوں کے حق میں ہوتا ہے کیونکہ امراء طاقت و دولت کے نشے میں چور خود کو عوام سے مستثنیٰ سمجھتے ہیں اور اللہ کے دیے ہوئے اختیارات میں ذاتی تصرف کرنا اپنا حق سمجھتے ہیں جبکہ تاریخی تناظر میں دیکھا جائے تو اللہ تعالی نے جہاں انبیاء کرامؑ کو حکومت و ملوکیت عطا فرمائیں وہیں انہیں عدل و انصاف اور برابری قائم کرنے کی تلقین بھی کی اور ایسا نہ کرنے والوں کے لیے سخت عذاب کی وعید بھی سنائی ارشاد باری تعالی ہے

يَا داود اِناَّ جَعَلْنَك خَلِفيْةً فِي الارْضِ فَا حْكم بَينَ النَاسَ باالَحَقّ وَلاَ تَتَبعُ الهَوىٰ فَيُضلك عَنْ سبيبل اللّه ط اِنَّ الَّذيْنَ يُضلَّونَ عَن سَبيل اللّه لَهُم عَذابٌ شديدٌ بِماَ نَسُوا يوم الحِسَاب(14)

ترجمہ:

"اے داؤدؑ! ہم نے آپ کو زمین پر خلیفہ (نائب اور حاکم) بنایا ہے پس لوگوں میں حق و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے رہنا اور آئندہ بھی نفسانی خواہشات کی پیروی مت کرنا (اگر ایسا کروگے تو) وہ خدا کے راستے سے آپ کو بھٹکا دیں گی جو لوگ خدا کے راستے سے بھٹکتے ہیں ان کے سخت عذاب ہو گا اس وجہ سے کہ وہ روز حساب کو بھولے ہوئے ہیں۔"

مندرجہ بالا آیت مبارکہ سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ عام انسان تو دور کی بات انبیاء کرامؑ کو بھی خلافت و حکومت کے متعلق کوئی استثناء نہیں دیا گیا خلافت و حکومت عطا کرنے کا مقصد صرف اور صرف عوام کی فلاح و بہبود اور عدل و انصاف قائم کرنا تھالہذا انبیاء کرامؑ نے اسی طرز عمل کو اختیار کرتے ہوئے عدل وانصاف، مساوات وبرابری اور اخوت بھائی چارہ کو فروغ دیا۔

آپ ﷺ نے سربراہ ریاست ہونے کی حیثیت سے کبھی بھی خود کو عوام سے اعلٰی وبرتر اور مستثنٰی نہ سمجھا آپ ﷺ نے خاتم النبین ہونے کے باوجود فقر کی زندگی گزاری اور اپنی امت کو بھی اسکا درس دیا۔ آپ ﷺ ریاست کی املاک میں کبھی ذاتی تصرف نہ فرمایا کرتے تھے آپ ﷺ کے پاس جو بھی مال اکٹھا ہوتا آپ ﷺ اسے مدینہ کی عوام میں تقسیم کر دیتے اور اس سے ایک زرہ بھی اپنے پاس ناحق طریقے سے نہ رکھتے حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ

ان النبی ﷺ قال ما احب ان احد ا عندی ذھبا فتاتی علی ثالثة وعندی منه شی ء الا شی ء ارصده فی قضا ء دین(15)

ترجمہ:

"نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: میں یہ ناپسند کرتا ہوں کہ میرے پاس اُحد پہاڑ کے برابر سونا ہو اور مجھ پر تیسرا دن گزر جائے جبکہ اس میں سے کچھ بھی میرے پاس موجود ہو مگر اتنی چیز جو میں نے قرض کے لیے چھوڑ رکھی ہو۔"

آپ ﷺ کے عدل و انصاف کا یہ عالم تھا کہ اگر آپ ﷺ کے ہاتھ سے کسی کو تکلیف پہنچتی تو آپ ﷺ خود کو بدلے کے لیے پیش کر دیتے سنن النسائی میں ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول ﷺ کچھ تقسیم کر رہے تھے اس دوران ایک شخص اپنا حصہ لینے کے لئے آپ ﷺ پر جھک آیا تو اس کے چہرے پر آپ ﷺ کے نیزے کا زخم لگ گیا آپ ﷺ نے فوراً اسے بدلہ کی پیش کش کی مگر اس شخص نے آپ ﷺ کو معاف کر دیا۔(16)

ایک مرتبہ ایک یہودی نے آپ ﷺ کو کچھ رقم قرض دی تھی اس یہودی نے نہ صرف آپ ﷺ سے وقت سے پہلے رقم کا مطالبہ کیا بلکہ نہایت سختی اور درشتگی سے آپ ﷺ کے خاندان کی ہتک بھی کی۔ اسکی گستاخی کے پیش نظر حضرت عمرؓ نے اسکو سزا دینا چاہی مگر آپ ﷺ نے کہا: اے عمرؓ تمھیں چاہیے تھا کہ تم اسے حسن تقاضا کی تلقین کرتے اور مجھے حسن ادائیگی کی۔ پھر اسکو نہ صرف معاف کیا بلکہ اس کے قرض سے زیادہ اسے عنائیت فرمایا۔(17)

مندرجہ بالا احادیث وواقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے کبھی بھی خود کو عام انسانوں سے برتر وافضل نہیں سمجھا نہ تو نبیؐ ہونے کی حیثیت سے اور نہ ہی سربراہ ریاست کی حیثیت سے۔ آپ ﷺ نے مساوات وبرابری کا عملی نمونہ پیش کیا جب قبیلہ بنو مخزوم کی ایک خاتون فاطمہ مخزومیہ نے چوری کی تو بنو مخزوم کے لوگوں نے حضرت اسامہؓ سے سفارش چاہی جیسے ہی حضرت اسامہؓ نے آپ ﷺ سے سفارش کرنی چاہی تو آپ ﷺ غصے میں آگئے اور کہا: اسامہ کیا تم اللہ کی حدود میں سفارش کروگے ؟ انہوں نے معافی مانگی پھر آپ ﷺ نے خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا:

"تم سے پہلی قومیں اسی وجہ سے ہلاک ہوئیں کہ جب قوم کا کوئی بڑا آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور شخص اسکا مرتکب ہوتا تو اس پر حد جاری کر دیتے۔ اللہ کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی چوری کرتیں تو میں اس پر بھی حد جاری کرتا"(18)

گویا کہ قانون کی نظر میں سب ایک جیسے ہیں۔ سربراہ ریاست یا ان کے اہل وعیال کو قانون سے بالاتر تصور نہیں کیا جائے گا۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد خلفائے راشدین نے اُمت مسلمہ کی ذمہ داری سنبھالی تو سنت رسول ﷺ پر عمل کرتے ہوئے عدل وانصاف کو فروغ دیا اور خود اپنی ذات کو بھی کسی قسم کی جوابدہی اور بدلے سے مستثنیٰ نہ رکھا۔

حضرت ایاس بن مسلمہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ "ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطابؓ بازار سے گزرے ان کے ہاتھ میں کوڑا بھی تھا۔ انھوں نے وہ کوڑا آہستہ سے مجھے مارا جو میرے کپڑے کے کنارے کو لگا اور فرمایا راستہ سے دور ہو جاؤ جب اگلا سال آیا تو میری ملاقات آپ سے ہوئی۔ آپ نے مجھ سے کہا اے مسلمہ کیا تمھارا حج کرنے کا ارادہ ہے ؟ میں نے کہا جی ہاں پھر مجھے اپنے ساتھ اپنے گھر لے گئے اور مجھے چھ سو درہم دیے اور کہا انھیں اپنے سفر حج میں استعمال کرنا اور یہ اس کے ہلکے سے کوڑے کے بدلہ میں ہے جو میں نے تمہیں مارا تھا۔ میں نے کہا امیر المؤمنین مجھے تو وہ کوڑا یاد بھی نہیں تھا آپؓ نے فرمایا لیکن میں تو اسے نہیں بھولا"(19)

حضرت ابو الفراتؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کے پاس ایک غلام تھا۔ آپؓ نے اس سے کہا میں نے ایک مرتبہ تمھارہ کان مڑوڑا تھا۔ تم بھی مجھ سے اس کا بدلہ لے لو چنانچہ اس نے آپ کا کان پکڑ کر ہلکے سے مڑوڑا تو آپ نے اس سے فرمایا زور سے مڑوڑ دنیا میں بدلہ دینا کتنا اچھا ہے اب آخرت میں مجھے بدلہ دینا نہیں پڑے گا۔(20)

صحابہ کرامؓ کا یہ طرز عمل خوف خدا کی بنیاد پر تھا۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ زمین پر اللہ کی نائب ہونے کی حیثیت سے جو اختیارات انھیں دیے گئے ہیں۔ وہ اللہ کے سامنے ان کے متعلق جوابدہ ہونگے لہذا وہ ہر ممکن طور پر عوام کی فلاح و بہبود خیر خواہی اور عدل و انصاف کے فروغ کی کوشش کرتے تاکہ قیامت کے روز اللہ کے حضور سرخرو ہو سکیں اور شرمندگی نہ اٹھانہ پڑے۔ یہ احساس ذمہ داری ہی تھی کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ جیسے جلیل القدر صحابی خود کو عوام کا خادم سمجھتے تھے۔ غریبوں اور ناداروں کی مدد کرتے اور ان کے گھر تک صاف کرتے راتوں کو گلیوں میں عوام کی حالت جاننے کے لیے بھیس بدل کر گشت کرتے۔ حضرت عمر فاروقؓ کہا کرتے تھے کہ اگر فرات کے کنارے ایک بکری مر جاتی ہے تو اس بکری کے متعلق بھی قیامت کے روز مجھ سے سوال ہو گا۔(21)

مگر افسوس کہ عصر حاضر کے حکمران اپنی آخرت اور یوم حساب کو بھلا کر دنیا کی عیش و عشرت میں مست ہو گئے اور اللہ کے دیے ہوئے اختیارات کو اپنے زور بازو کی محنت سمجھ کر خود کو عوام سے اعلیٰ وبرتر سمجھنے لگے۔ خود کو عوام کا خادم سمجھنے کی بجائے عوام کو اپنا غلام بنا کر ان کی محنت کی کمائی سے پر تعیش زندگی بسر کر رہے ہیں۔ انھیں نہ تو آخرت کے حساب کتاب کا خوف ہے۔ اور نہ ہی دنیا میں کسی کے سامنے جوابدہی کا ڈر۔ بدقسمتی سے ان حکمرانوں کے آگے عوام تو کیا عدالتیں بھی بے بس اور لاچار دکھائی دیتی ہیں۔ اگر حکمرانوں اور وزراؤں کے خلاف کوئی مقدمہ عدالت میں پیش کر بھی دیا جائے تو اول تو اس مقدمہ کو خاطر میں کم ہی لایا جاتا ہے۔

لیکن اگر عوام کے اصرار پر کوئی اقدامات اٹھا بھی لیے جائیں تو بھی یہ حکمران استثناء کا ڈھول پیٹنا شروع کر دیتے ہیں۔ جبکہ اسلامی ریاست میں کسی شخص کو کوئی برتری حاصل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خلفائے راشدین کے دور میں عدالتی نظام قائم کیا گیا تو عدالتوں کو انصاف کی فراہمی میں ہر قسم کے شخصی اور سیاسی دباؤ سے آزاد قرار دیا یہاں تک کہ خلیفہ وقت کو بھی اپنے مقدمہ کے فیصلے کے لیے عدالت کی طرف رجوع کرنا پڑتا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت علیؓ اور ایک یہودی کے درمیان بھی ایسا ہی معاملہ پیش ہے آیا جب آپؓ نے اس یہودی کو بازار میں آپ کی گمشدہ زرہ بیچتے ہوئے دیکھا تو آپ نے اس سے استفسار کیا کہ زرہ تو میری ہے، نہ میں نے اسے فروخت کیا اور نہ ہی ہبہ کیا پھر یہ تیرے پاس کیسے آگئی؟ اس نے جواب دیا کہ یہ زرہ تو میری ہے اور میرے قبضہ میں ہے۔ آپ نے کہا میں قاضی کے یہاں دعویٰ کرتا ہوں، لہذا آپ نے قاضی شریح کے سامنے اپنا مقدمہ پیش کیا۔ قاضی نے حضرت علی سے ان کے دعوے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے کہا کہ یہ زرہ میری ہے۔ میں نے اس کو فروخت یا کسی کو ہبہ نہیں کیا۔ پھر قاضی نے یہودی سے پوچھا کہ اس دعویٰ کے بارے میں تمھارا کیا جواب ہے؟

یہودی نے کہا کہ زرہ میری ہے اور میرے قبضہ میں ہے۔ قاضی نے کہا امیر المؤمنین کیا آپ کا کوئی گواہ ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں! میرا غلام اور میرا فرزند حسن اس بات کے گواہ ہیں کہ زرہ میری ملکیت ہے۔ قاضی نے کہا کہ بیٹے اور غلام کی گواہی قبول نہیں کی جاسکتی لہٰذا فیصلہ یہودی کے حق میں ہو گا۔ یہودی قاضی کے انصاف سے متاثر ہوا اور کہا اے امیر المؤمنین آپ مقدمہ کے تصفیہ کے لیے مجھے قاضی کے پاس لے آئے باوجود اس کے کہ آپ صاحب اختیار ہیں اور قاضی نے آپ سے عام لوگوں کی طرح جرح کی، یہی آپ کے دین کی سچائی ہے۔ بیشک یہ زرہ آپ ہی کی ہے۔ (22)

گویا کہ خلفائے راشدین نے تمام اختیارات ہونے کے باوجود بھی کبھی زور زبردستی اور ناانصافی سے فیصلے اپنے حق میں نہ کرائے اور نہ ہی عدالتوں کو فیصلوں کے ضمن میں مجبور کیا بلکہ عدل و انصاف کرنے کے لیے خود قاضیوں کی اصلاح فرمائی۔ جبکہ عصر حاضر میں دیکھا جائے تو قاضی حکمرانوں کے ہاتھوں کی کٹھ پتلیاں ہیں۔ اول تو عدالتوں میں حکمران آنا اپنی توہین سمجھتے ہیں اور اگر کوئی صدر یا وزیر عدالت میں آ بھی جائے تو خود کو عدالت کے فیصلے کا پابند نہیں سمجھتا۔ مزید بر آں کسی وزیر یا صدر کے خلاف عدالتی فیصلے کو بدلنے کی ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے یہاں تک کہ آئین میں بھی تبدیلی کرنے سے گریز نہیں کیا جاتا۔ خلفائے راشدین جب خلافت کی ذمہ داری اٹھاتے تو ساتھ ہی ساتھ عوام کو معروف میں انکی اطاعت کرنے اور برائی میں ان کی اصلاح کرنے کی بھی ترغیب دیتے یہی وجہ ہے کہ خلیفہ کے خلاف شریعت فیصلے پر عوام ان سے سوال کرنے کا مکمل حق رکھتی تھی۔

جسکی بہترین مثال حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں ملتی ہے کہ جب جمعہ کے خطبہ کے دوران حضرت عمر فاروقؓ نے یہ رائے ظاہر کی کہ نکاح میں کسی شخص کو چار سو درہم سے زیادہ مہر دینے کی اجازت نہیں ہو گی۔ ایک عورت نے انھیں کہا کہ آپ کو ایسا حکم دینے کا حق نہیں، جب قرآن ڈھیر سا مال (قنطار) مہر میں دینے کا کہتا ہے تو آپؓ اس کی حد مقرر کرنے والے کون ہوتے ہیں؟ لہٰذا آپؓ نے فوراً اپنی رائے واپس لے لی۔ (23)

حضرت عمر فاروقؓ نے رعایا کی یہ تربیت خود فرمائی حضرت عمر نے ابی بن کعب کی (پڑھی ہوئی) ایک آیت کا انکار کیا (کہ یہ قرآن میں نہیں ہے یا قرآن میں اس طرح نہیں ہے) حضرت ابی نے جواب دیا کہ میں نے اس آیت کو حضور اکرم ﷺ سے سنا ہے اور آپ تو بقیع کے بازار میں خرید و فروخت میں مشغول رہا کرتے تھے (اس لیے آپ کو یہ آیت حضور ﷺ سے سننے کا موقع نہیں ملا) حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم نے ٹھیک کہا۔ میں نے تمھاری آیت کا قصداً انکار کیا تھا تاکہ پتہ چلے کہ تم میں کوئی ایسا آدمی ہے جو امیر کے سامنے حق کی بات کہہ سکے اس امیر میں کوئی خیر نہیں جس کے سامنے حق کی بات نہ کہی جاسکے (24) حضرت عمر فاروقؓ کا یہ معمول تھا کہ وہ حج کے

موقع پر تمام عاملوں کو عوام کے سامنے پیش کرتے اور لوگوں سے کہتے کہ جس کو کوئی شکایت ہے تو وہ اپنی شکایت بیان کرے اور اپنا بدلہ لے لے۔(25)

تاہم تاریخ میں کچھ ایسے واقعات بھی ملتے ہیں جہاں حاکم، امیر یا عامل کی جانب سے معاملہ فہمی میں خطا ہونے کی صورت میں حد لگانے سے باز رکھا گیا اور اسے عہدے سے معزول کرنے سے اجتناب کیا گیا۔ ایسی سورت میں حاکم یا امیر کی خطاء کو خطائے اجتہادی تصور کیا جائے گا۔ حدیث مبارکہ میں ہے کہ

إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ اَصَابَ، فَلَه أَجْرَانِ، وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدُ ثُمَّ أَخْطَاءَ فَلَهُ أَجْرٌ (26)

ترجمہ:

جب فیصلہ کرنے والا فیصلہ کرنے میں صحیح اجتھاد کرتا ہے تو اس کے لئے دوہرا اجر ہیں، اور اگر وہ اجتہاد میں غلطی کرتا ہے تو اس کے لئے ایک اجر ہے۔

مندرجہ بالا حدیث مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ ایسا حاکم جو عالم اور مجتھد کے درجہ پر فائز ہو اور قرآن و حدیث کے تمام علوم میں مہارت رکھنے کے باوجود کسی معاملہ میں غلط فہمی کا شکار ہو کر درست فیصلہ نہ کر سکے تو بھی اس کو گناہ نہیں ہو گا اور اس کی اس خطاء کو خطائے اجتہادی تصور کیا جائے۔ یہی وجہ تھی کہ جب آپ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید کو قبیلہ بنو جزیمہ کیجانب بھیجا تو انھوں نے قبیلہ والوں کو دین اسلام کی دعوت دی مگر انھیں "اسلمنا"(ہم اسلام لائے) کہنا نہیں آتا تھا اس کی بجائے وہ "صبانا،صبانا" (ہم بے دین ہو گئے) یعنی اپنے آبائی دین سے ہٹ گئے، کہنے لگے۔ خالد رضی اللہ عنہ نے انھیں قتل اور قید کرنا شروع کر دیا پھر جب معاملہ نبی ﷺ تک پہنچا تو انہوں نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی کہ اے اللہ میں خالد کے اس عمل سے بیزاری کا اعلان کرتا ہوں، دو مرتبہ آپ ﷺ نے یہی فرمایا۔(27)

اس واقعہ کی تفصیل میں امام طبری لکھتے ہیں کہ اس سانحہ کے بعد آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بنو جزیمہ کی جانب بھیجا تا کہ معاملہ حل کیا جا سکے۔ چنانچہ حضرت علی نے ان کی جانوں کا خون بہا ادا کیا اور ان کی املاک کا تاوان دیا یہاں تک کہ کتے کی بھی دیت دی۔(28)

اسی واقعہ کو دلیل بناتے ہوئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نویرہ بن مالک کے قتل کو حضرت خالد بن ولید کی اجتہادی غلطی قرار دیا اور حضرت محمد ﷺ کے طریقہ پر عمل کرتے ہوئے انھیں معزول کرنے کی بجائے ان کی امارت کو قائم رکھا اور مالک بن نویرہ کی دیت دے دی۔(29)

اسی طرح حاکم کی جانب سے کے گئے فیصلے کا حکم ظاہراً اور باطناً نافذ ہونے کا معاملہ بھی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنھما، فقہاء تابعین، امام شافعی، امام احمد، اور جمہور فقہاء اسلام کا یہ نظریہ ہے کہ حاکم کا حکم باطن میں کسی چیز کو حلال کرتا ہے نہ حرام کرتا ہے جبکہ امام اعظم ابو حنیفہ کا موقف جمہور کے خلاف ہے ان کے نزدیک حاکم کا حکم ظاہراً اور باطناً دونوں صورتوں میں نافذ ہو گا۔ گویا فیصلے کے ظاہراً نافذ ہونے میں جمہور علما اور امام اعظم ابو حنیفہ کا اتفاق ہے البتہ فیصلے کے باطناً نافذ ہونے میں اختلاف ہے۔(30)

جمہور علماء بشمول صاحبین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنھا کی روایت کردہ حدیث کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں جس کے مطابق حاکم کا حکم ظاہراً نافذ ہو گا باطناً نہیں۔ حدیث مبارکہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"تم لوگ میرے پاس جھگڑے لے کر آتے ہو، حالانکہ میں ایک بشر ہوں، اور عین ممکن ہے کہ تم میں سے کوئی دلیل دینے میں دوسرے فریق سے زیادہ چرب زبان ہو۔ میں تو جو سنتا ہوں اسی بنا پر فیصلہ کرتا ہوں، اب اگر میں کسی کو اس کے بھائی کا کوئی حق دلا دوں جو اس کا نہ ہو تو گویا میں اس کو جہنم کا ٹکڑا دلا رہا ہوں"(31)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ حاکم کے فیصلہ کرنے سے کوئی بھی حلال حرام نہیں ہوتا اور نہ ہی حرام حلال ہو جاتا ہے۔ جبکہ امام اعظم ابو حنیفہ نے اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضرت علی کی عدالت میں ایک شخص آیا اور اس نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کا دعوی کیا اور اس کے ثبوت میں دو گواہ پیش کیے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے درمیان نکاح کا فیصلہ کیا تو اس عورت نے کہا: اے امیر المؤمنین! اگر نکاح کے علاوہ اور کوئی حل نہیں ہے تو پھر آپ میرا اس شخص سے نکاح کر دیجئے کیونکہ ہم دونوں کے درمیان نکاح نہیں ہے۔ حضرت علی نے فرمایا کہ تمہارے گواہوں نے تمہارے درمیان نکاح کر دیا یعنی ان گواہوں نے تمہارے درمیان نکاح کا فیصلہ مجھ پر لازم کر دیا ہے لہذا اس فیصلہ سے نکاح ثابت ہو گیا۔ لہٰذا امام اعظم ابو حنیفہ اس روایت سے استدلال کرتے ہوئے اس بات کے قائل ہیں کہ حاکم کا فیصلہ ظاہراً اور باطناً دونوں صورتوں میں نافذ ہو گا۔(32)

مندرجہ بالا حقائق سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی ریاست میں حاکم یا امیر کو صرف اسی صورت میں استثناء حاصل ہو گا اگر وہ معاملہ فہمی میں غلطی کا شکار ہو جائے۔ تاہم یہ استثناء صرف ایسے حاکم کے لیے ہے جسے قرآن و سنت اور دیگر دینی علوم پر عبور حاصل ہو نا کہ موجودہ دور کے حکمران جو قرآن و سنت کی تعلیمات سے بے بہرہ ہو کر طاقت و دولت کے نشے میں دھت زندگی گزار رہے ہیں۔ ان کے لیے اقتدار حاصل کرنے کا مقصد دین کی سربلندی اور اسلامی احکامات کا نفاذ کی بجائے دولت و طاقت کا حصول ہے۔ یہ ریاستی امور میں نا صرف اپنی مرضی کے فیصلے صادر کرنے پر زور دیتے ہیں بلکہ سر عام غیر شرعی احکامات کو نافذ کرنے اور غیر شرعی معاملات کے نفاذ کے لیے

قرآن وحدیث کے احکامات میں گنجائش پیدا کرنے جیسی معصومانہ خواہشات کا اظہار کرتے نظر آتے ہیں تاہم ایسے حکمرانوں کے لیے اسلام میں کسی قسم کے استثناء کی کوئی گنجائش نہیں۔

عصر حاضر کی اسلامی ریاستوں کے قوانین کا تنقیدی جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ ریاستیں اسلامی قوانین کی اصل روح سے بے بہرہ ہیں۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان جو کہ اسلام کے نام پہ معرض وجود میں آنے والی ریاست ہے کے بنائے گئے 1973 کے آئین کے آرٹیکل 248 کی شق 1 کے مطابق کوئی صدر، گورنر، وفاقی وزیر، وزیر مملکت اور کوئی صوبائی وزیر اپنے عہدے کے اختیارات استعمال کرنے اور فرائض منصبی انجام دینے کی وجہ سے یا کسی ایسے کام کی وجہ سے جو ان اختیارات کا استعمال کرتے ہوئے اور فرائض منصبی کو پورا کرتے ہوئے کیے گئے ہوں اس کے لیے کسی عدالت کے سامنے جوابدہ نہیں ہونگے۔اسی شق کے دوسرے حصہ میں کہا گیا ہے کہ صدر یا کسی گورنر کے خلاف، اس کے عہدے کی مدت کے دوران کسی عدالت میں کوئی فوجداری مقدمات قائم نہیں کر سکتے اور نہ جاری رکھ سکتے ہیں۔ شق 2 میں کہا گیا کہ عہدے کی مدت کے دوران صدر یا کسی گورنر کی گرفتاری یا قید کے لیے کوئی حکم نہیں دیا جاسکتا ہے۔اسی طرح شق 3 کے مطابق اگر کسی صدر یا گورنر کے خلاف کوئی دیوانی مقدمہ خواہ وہ اس کے عہدہ سنبھالنے سے پہلے قائم کیا گیا تھا یا عہدہ سنبھالنے کے بعد، قائم نہیں کیا جائے گا یہاں تک کہ مقدمہ قائم ہونے سے کم از کم ساٹھ دن پہلے اس کو تحریری نوٹس نہ دیا گیا ہو۔(33)

1973 کے آئین کے آرٹیکل 248 کی شقوں کا تنقیدی جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ قانون اسلامی احکامات کی سراسر خلاف ورزی ہے۔اس آرٹیکل کے کچھ حصوں کو کسی مصلحت کے تحت قابل قبول مان بھی لیا جائے تو بھی ارباب اختیار کو عہدے کی میعاد کے دوران ہر قسم کے عدالتی مواخذے مستثنٰی قرار دینا کسی بھی صورت جائز نہیں ہے۔ جبکہ قرارداد مقاصد جو کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کا حصہ ہے جس میں واضح ہے کہ ملک میں قرآن وسنت کے مخالف کوئی قانون اور کوئی آئینی شق جاری ہو سکتی ہے اور نہ ہی قائم رہ سکتی ہے۔(34)

لیکن افسوس کہ اسلامی احکامات کے منافی قوانین نہ صرف اسلامی ریاست میں بنائے جاتے ہیں بلکہ ان قوانین کو بنیاد بنا کر حکمرانوں کو کرپشن، منی لانڈرنگ، احتساب اور دیگر مقدمات میں مواخذے سے مستثنٰی قرار دے دیا جاتا ہے اور صدر اور گورنر کے ساتھ ساتھ دیگر ارباب اختیار ان قوانین سے استفادہ کرتے نظر آتے ہیں (35)۔

نیز معزز عدالتیں سربراہان مملکت کو یہاں تک سہولت فراہم کرتی ہیں کہ وہ اگر وہ خود عدالتوں میں حاضر ہونا نہ چاہیں تو اپنے نمائندگان کو مقدمات کی پیروی کے لیے پیش کر سکتے ہیں۔(36) جبکہ سیرت نبوی ﷺ

سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انصاف اور مواخذے کے معاملہ میں کسی کو چھوٹ حاصل نہ تھی۔ یہاں تک کہ حضرت عمر اور حضرت علی جیسے جلیل القدر صحابی اپنے عہدہ کے باوجود خود قاضی کے سامنے پیش ہوتے اور قاضی کو تاکید کرتے کہ فیصلہ قانون کے مطابق کیا جائے۔ لمحہ فکریہ ہے کہ عوام اور اہل علم حضرات ایسی صورتحال میں خاموشی اختیار کیے بیٹھے ہیں اور اگر کوئی حکمرانوں کے غلط اقدامات کے خلاف آواز بلند کرتا ہے۔ تو اس کی یہ کاوش آٹے میں نمک کے برابر ثابت ہوتی ہے۔ اور حکمرانوں اور وزراؤں کے بیانات کو مواخذے سے مستثنیٰ قرار دے دیا جاتا ہے۔

پاکستان جیسی ترقی پذیر اسلامی ریاست میں جہاں عوام بھوک کے ہاتھوں مجبور ہو کر خودکشی کرنے پر مجبور ہے، والدین مفلسی کے خوف سے بچے فروخت کررہے ہیں، ملک میں دن بدن قرضوں کا بوجھ بڑھتا جا رہا ہے نیز عوام کی ضرورت کا بہانہ بنا کر دوسرے ممالک سے مدد مانگنے سے ریاست کی برباد ہوتی ساکھ کے باوجود حکمرانوں کی پر آسائش زندگی اور پروٹوکولز دیکھنے کے لائق ہیں۔ جن پر قومی خزانے کا ایک بڑا حصہ صرف کیا جاتا ہے جبکہ عوام مفلسی اور ناداری کی زندگی گزار رہی ہے۔ بد قسمتی سے یہ رویے اس قدر عام ہو چکے ہیں کہ عوام کہیں نہ کہیں حکمرانوں کو خود سے اعلیٰ و برتر تصور کرتے ہوئے انھیں غیر ضروری مراعات اور پرٹوکولز کا حق دار سمجھتی ہے۔ جبکہ سنت نبوی ﷺ سے پر تعیش زندگی کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ آپ ﷺ کی زندگی انتہائی سادہ تھی حضرت عمر بن خطابؓ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اکرم کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ ﷺ ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ میں بیٹھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ ﷺ نے صرف تہبند باندھ رکھا ہے اور کوئی کپڑا آپ پر موجود نہیں اور اس چٹائی نے آپ کے پہلو پر نشان چھوڑ دیے ہیں پھر میں دیکھتا ہوں کہ صاع (پیمانہ) کے ایک جانب مٹھی بھر جو ہیں کمرے کی ایک جانب ببول کے پتے اور چمڑا لٹک رہا ہے،۔ تو میری آنکھیں آنسوئوں سے بھر آئیں پوچھا اے ابن خطاب کیوں روتے ہو؟

میں نے عرض کی: اے اللہ کے نبی میں کیوں نہ روئوں اس چٹائی نے آپ ﷺ کے پہلو پر نشان چھوڑ دیے ہیں اور یہ آپ ﷺ کا کل خزانہ ہے۔ اس میں جو دیکھتا ہوں وہ میں دیکھتا ہوں یہ کسریٰ اور قیصر پھلوں اور نہروں میں بستے ہیں جبکہ آپ اللہ کے نبی اور منتخب ہستی ہیں اور یہ آپ ﷺ کا کل خزانہ ہے فرمایا اے ابن خطاب کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ ہمارے لیے آخرت ہو اور ان کے لیے دنیا ہو؟ میں نے عرض کی کیوں نہیں(37)

یہی طرز عمل خلفائے راشدین کا بھی تھا۔ حضرت ابو صالح غفاری کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عاصؓ نے (مصر سے) حضرت عمر بن خطاب کو لکھا کہ ہم نے یہاں جامع مسجد کے پاس آپؓ کے لیے ایک مکان کی جگہ

مخصوص کر دی ہے حضرت عمرؓ نے اس کے جواب میں لکھا کہ حجاز میں رہنے والے آدمی کے لیے مصر میں گھر کیونکر ہو سکتا ہے۔اور حضرت عمر کو حکم دیا اس جگہ کو مسلمانوں کے لیے بازار بنا دیں۔(38)

عصر حاضر کے حکمران اربوں اور کھربوں رپے کی لاگت کے محلات جو کہ نا صرف اندرون ملک بلکہ بیرون ملک بھی موجود ہیں، کے مالک ہیں جبکہ دوسری جانب عوام بنیادی ضروریات زندگی سے محروم سڑکوں پر زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔ملکی آمدنی اور قومی خزانے کا زیادہ تر حصہ سربران مملکت، وزراء کے محلات، پر آسائش زندگی کی فراہمی، سیکورٹی اور بین الاقوامی دوروں کی بھینٹ چڑھ جاتا ہے اور عوام کا پیسہ عوام کی فلاح و بہبود کے لیے استعمال کرنے کی بجائے ذاتی خواہشات کی تکمیل پر صرف کیا جاتا ہے۔یہاں تک کہ پاکستان جیسے ترقی پذیر ملک میں حکمرانوں کی رہائش گاہوں کے لیے ملکی بجٹ میں سے لاکھوں روپے مختص کر دیے جاتے ہیں۔ڈان نیوز کی ایک رپورٹ کے مطابق:

According to the budget 2022-23 document, the total expense of the presidency for the coming fiscal year will be Rs1.5 billion against last year's expenditure of Rs1.2 billion. And the annual expenditure of the Prime Minister Office has been increased by 29.4 per cent in the fiscal budget 2022-23. The budget of the Prime Minister Office for the year 2021-22 was Rs774 million and now it has been increased to Rs993 million. (39)

مندرجہ بالا اعداد و شمار سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حکمران ملکی خزانے کو ذاتی تعیشات کے لیے استعمال کرتے ہیں اور عوام صرف بہتری کے نعروں سے اپنا پیٹ بھرتی ہے۔جبکہ خلفائے راشدین کے دور حکومت میں دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ خلفائے راشدین نے بیت المال میں کبھی ذاتی تصرف نہیں کیا بلکہ صرف مقرر کردہ وظیفہ بیت المال سے حاصل کرتے اور اگر زیادہ مال کی ضرورت ہوتی تو بیت المال سے قرض لیتے۔عطاء بن سائب روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو خلیفہ بننے کے بعد کاروبار کرنے سے منع کیا گیا تو آپ نے اپنے اہل و عیال کی کفالت کے متعلق پوچھا۔لہذا صحابہ کرامؓ نے طے کیا کہ آپؓ کو بیت المال سے روز کے اخراجات کے مطابق مال دے دیا جائے گا۔(40)

ابن سعدؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمرؓ گھر سے تشریف لائے اور آپؓ کو کچھ شکایت تھی۔لوگوں نے کہا اس کے لیے شہد بہت عمدہ چیز ہے اور شہد کا ایک پیالہ بیت المال میں موجود تھا۔آپؓ نے فرمایا کہ اگر تم اجازت دیتے ہو تو میں لے لوں گا ورنہ مجھ پر حرام ہے چنانچہ لوگوں نے آپؓ کو اجازت دے دی(41)۔

گویا کہ خلفائے راشدین سربراہ ریاست ہونے کے باوجود بیت المال میں ذاتی تصرف نہ کرتے تھے۔بلکہ خود کو عوام کے تابع سمجھتے تھے۔جبکہ حال ہی میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے توشہ خانہ کی رپوٹ سامنے آئی جس کے

مطابق نہ صرف حکمرانوں نے توشہ خانہ کی بیش بہا قیمتی اشیاء خود کوڑیوں کے بھاؤ خریدیں بلکہ اپنے خاندانوں کو بھی نوازا۔ حرص وہوس اور لالچ و طمع کا یہ عالم ہے کہ معمولی سے معمولی چیزیں (سکارف، بیڈ شیٹس، صابن، انناس کے ڈبے) بھی عام عوام تک رسائی حاصل نہ کر سکے۔ بہر حال توشہ خانہ میں کیا جانے والا یہ ذاتی تصرف بھی موجودہ قانون کی نظر ہو جائے گا۔(42)

مندرجہ بالا تمام حقائق وواقعات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلامی ریاست کی بنیاد چونکہ عدل و انصاف اور مساوات وبرابری پر قائم کی جاتی ہے اور حکمران عوام کے نائب کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے عوام کی فلاح و بہبود اور خیر خواہی کے لیے ہر ممکن اقدامات کرنے کے ذمہ دار ہیں۔ لہذا اسلامی ریاست میں حکمرانوں کو حاکم نہیں بلکہ محکوم کا درجہ حاصل ہے۔

نیز اسلامی ریاست میں کسی بھی حاکم یا سربراہ ریاست کو کوئی استثناء حاصل نہیں، سوائے خطائے اجتہادی کی صورت کے۔ اسلامی ریاست میں جہاں حکمرانوں کو اختیارات دیے گئے ہیں وہیں انھیں اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی اطاعت و پیروی اور عمل صالح کرنے اور عدل وانصاف قائم کرکے ایک مثالی معاشرہ قائم کرنے کی ذمہ داری بھی سونپی گئی ہے اور رہی بات استثنائی حیثیت کی تو تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں عالموں کو تین باتوں میں عام لوگوں سے مستثنیٰ قرار دیا گیا۔ حضرت عمر فاروقؓ کا فرمان تھا کہ کوئی بھی حاکم یا عامل ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہو گا، چھنا ہوا آٹا نہ کھائے گا، دروازے پر دربان نہ رکھے گا اور باریک کپڑے نہ پہنے گا(43)

لہذا عصر حاضر میں استثناء کا تقاضہ کرنے والے حکمرانوں کو چاہیے کہ وہ سیرت نبوی ﷺ اور خلفائے راشدین کے طرز زندگی کا مطالعہ کریں اور نبی اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین نے ریاست اور رعایا سے متعلق جو طرز عمل اختیار کیا اس کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنائیں۔

حواشی وحوالہ جات

1۔ سورۃ البقرہ 2/30

sūrah Al-Baqarah 2/30

2۔ سورۃ الاسراء 17/8

sūrah Al-Isra' 17/8

3۔ ابن کثیر عماد الدین، حافظ، مترجم: الازہری محمد کرم شاہ پیر، **تفسیر ابن کثیر**، (ضیاء القرآن، پبلیکیشنز)، 3/1-4
Ibn Kathīr Imad al-Dīn, Hafiz, Mutarjim: al-Azhari Muhammad Karam Shah peer, **Tafseer Ibn e Kathīr**, (Zia ul Qur'an, Publikashner), 3/1-4

4۔ مودودی ابوالاعلیٰ سید، **تفہیم القرآن** (ادارہ ترجمان القرآن)، 4/637
Mawdūdī Abū al-Aʿlā Syed, **Tafheem ul Qur'an** (Idara Tarjuman ul Qur'an), 4/637

5۔ ابن کثیر، **تفسیر ابن کثیر**، 3/1-4

Ibn Kathīr , **Tafseer Ibn e Kathīr**, 3/1-4

6۔ مودودی ابوالاعلیٰ سید، **اسلامی ریاست** (اسلامک پبلیکیشنز لیمیٹڈ)، 122-121
Mawdūdī Abū al-Aʿlā Syed, **Islmāi Riyāsat** (Islamic publikashner limited),121-122

7۔ ابن خلدون عبد الرحمن علامہ، مترجم: راغب رحمانی مولانا، **مقدمہ ابن خلدون** (کراچی، نفیس اکیڈمی اردو بازار، 2001)، 273
Ibn Khaldūn 'Abd ar-Raḥmān 'Allama, Mutarjim: Rāgib Rahmāni Mūlāna, **Muqaddimah Ibn Khaldūn** (Karachi, Nafees Academy Urdu Bazar, 2001), 273

8۔ الماوردی محمد بن حبیب ابو الحسن امام، مترجم: محمد ابراہیم مولوی، **الاحکام السلطانیہ** (لاہور، قانونی کتب خانہ کچہری روڈ)، 3
Al-Māwardi Muhammad bin Habib Abu al-Hassan Imām, Mutarjim: Muhammad Ibraheem Mwlvi, **Al Ahkām Al Sultāniyah** (Lahore, Qanooni Kutub Khana Kachehri Road), 3

9۔ سورۃ النساء 4/59

sūrah An-Nisa 4/59

10۔ جصاص ابو بکر احمد بن علی، **احکام القرآن** (قسطنطنیہ پبلکیشنز، 1335)، 4/421
Jasas Abu Bakr Ahmad bin 'Ali, **Ahkām ul Qur'an** (Qustuntunia, publikashner, 1335), 4/421

11۔ ابن ماجہ ابو عبد اللہ محمد بن یزید امام، **سنن ابن ماجہ** (ریاض، مکتبہ المعارف للنشر والتوزیع)، باب اتباع سنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین

Ibn Mājah, Abu 'Abd Allah Muhammad bin Yazīd Imām, **Sunan Ibn Mājah** (Riyādh, Maktaba Al-Ma'rif Li-al-anshar wa al-Tawzi'ah), Bāb Itibā' sunnah al Khulafā' -Rashidīn al-Mahdieen.

12۔ ترمذی محمد بن عیسیٰ امام، **الجامع الترمذی** (بیروت لبنان، دار لکتاب العربی)، کتاب الجہاد، باب فی الامام

Tirmidhi Muhammad ibn `Isa Imam, **Al- Jami` at-Tirmidhi** (Beirut Lebanon, Dar al-Kitāb al-'Arabi) Kitāb ul Jihād, Bāb Fī al Imām

13۔ بخاری محمد بن اسماعیل امام، **الجامع الصحیح البخاری**، (بیروت لبنان، دار قرطبہ)، کتاب الاحکام، باب من استرعی رعیۃ فلم ینصح

Bukhāri Muhammad bin Isma'il Imām, **Al-Jami' Al-Saheeh al-Bukhāri**, (Beirut Lebanon, Dār Qurtaba), Kitāb ul Ahkām, Bāb Man Istrae'ī R'aiya falam Yanshu

14- سورۃ ص 38/26

sūrah Sād 38/26

15۔ ابن ماجہ، **سنن ابن ماجہ**، کتاب الزھد، باب فی المکثیرین۔

Ibn Mājah, **Sunan Ibn Mājah**, Kitāb al Zuhad, Bāb fillmukasreen

16۔ نسائی احمد بن شعیب امام، **سنن النسائی** (بیروت لبنان، دار لکتاب العربی)، کتاب القسامۃ والقود، باب القود فی الطعنۃ

Al-Nasāʾī Aḥmad ibn Shuʿayb Imam, **Sunan an-Nasa'i** (Beirut Lebanon, Dar al-Kitāb al-Arabī) Kitāb al Qisama wa Alqa'ood, Bāb alqa'ood fī al t'anah

17۔ **سیرۃ خیر الانام**، (اردو دائرہ معارف اسلامیہ)، 238

Seerat Khair-ul-Anām, (Urdu Daira Maarif Islamiya), 238

18۔ بخاری، **الجامع الصحیح البخاری**، کتاب الحدود، باب اقامۃ الحدود علی الشریف والوضیع۔

Bukhāri, **Al-Jami Al Saheeh al Bukhāri**, Kitāb al Hadood,Bāb Iqāmat ul Hadood 'alshareef walfe'

19۔ کاندھلوی، محمد یوسف، مترجم: محمد احسان الحق، مولانا، **حیاۃ الصحابہ** (اردو) (لاہور، مکتبہ الحسن)، 2/134

Kāndhlawī, Muhammad Yusuf , Mutarjim: Muhammad Ihsān Ul haq, Mwlana, **Hayāt Us Sahāba** (Urdu) (Lahore, Maktab al Hassan), 2/134

20۔ محمد ابن سعد، مترجم: عبد اللہ العمادی، **طبقات ابن سعد** (کراچی، دار الاشاعت، 2003)، 2/113

Muhammad Ibn Sa'd, Mutarjim: 'Abdullah al 'Ammadi, **Tabaqat ibn Sa'd** (Karachi, Darul Ishaa't, 2003), 2/113

21۔ الطبری محمد بن جریر علامہ ابو جعفر، مترجم: سید محمد ابراہیم ندوی، **تاریخ طبری**، (اردو بازار کراچی، نفیس اکیڈمی، 2004)، 5/23

Al-Ṭabarī Muḥammad bin Jarīr 'Allama Abū Jaʿfar, Mutarjim: Sayed Muhammad Ibraheem Nadvi,**Tarīkh Tabr ī**, (Urdu Bazar Karachi, Nafees Academy, 2004), 5/23

22۔ السیوطی جلال الدین علامہ، مترجم: شمس بریلوی، **تاریخ الخلفاء** (پروگریسو بکس پرنٹرز)، 388

Al-Suyuti Jalal al-Din 'Allama, Mutarjim: Shams Brailvi, **Tarkīh ul Khulafā'** (Progressive Books Printers), 388

23۔ ابن کثیر، **تفسیر ابن کثیر**، 1/427

Ibn Kathīr, **Tafseer Ibn Kathīr**, 1/427

24۔ کاندھلوی، **حیاۃ الصحابہ** (اردو)، 2/98

Kāndhlawī, **Hayāt Us Sahāba** (Urdu), 2/98

25۔ابن خلدون عبد الرحمن، رئیس المؤرخین، مترجم: الہ آبادی احمد حسین حکیم، **تاریخ ابن خلدون** (کراچی، نفیس اکیڈمی اردو بازار، 2003)،

309/1

Ibn Khaldūn ‘Abd ar-Raḥmān ‘Allama, Raees al muarrikheen, Mutarjim: Elahabādi Ahmad Hussain Hakeem, **Tarikh ibn Khaldūn** Karachi, Nafees Academy Urdu Bazar, 2003),1/309

26۔امام بخاری، **الصحیح البخاری**، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنہ، باب أجر الحاکم إذا اجتهد فأصاب أو أخطأ

Imām Bukhāri, **al-Ṣaḥīḥ al Bukhāri**, Kitāb ul ia’tasām bilkitāb wa alsunnah, Bāb Aajr al Hākim izā ijtahada fā’ asāba aw akhta

27۔مسلم ابو الحسین ابن حجاج امام، **الجامع الصحیح المسلم** (بیروت لبنان، دار قرطبہ)، کتاب المغازی، باب بعث النبی ﷺ خالد بن الولید الی بنی جزیمہ

Muslim Abū al-Ḥusayn ibn al-Ḥajjāj Imām, **Al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ Muslim** (Beirut Lebanon, Dar Qurtaba), Kitāb al Maghāzī, Bāb Bees al nabī Khālid bin al waleed ila bnī juzaima

28۔الطبری، **تاریخ طبری**، 2/313

Al-Ṭabarī, **Tarikh Tabrī**, 2/313

29۔ابن کثیر عماد الدین اسماعیل حافظ، مترجم: ابو طلحہ محمد اصغر، **تاریخ ابن کثیر** (اردو بازار کراچی، دار الاشاعت، 2008)، 3/599-598

Ibn Kathīr Imad al-Din, Hafiz, Mutarjim: Abu Talha Muhammad Asghar, **Tarikh ibn Kathīr** (Urdu Bazar Karachi, Dar ul ish’at, 2008), 3/598-599

30۔سعیدی غلام رسول علامہ، **تفسیر تبیان القرآن** (38 اردو بازار لاہور، فرید بک سٹال، 2013)، 1/712-709

Sa’eedi Ghulam Rasool ‘Allama, **Tafseer Tibyān ul Qur’an** (38 Urdu Bazar Lahore, Fareed Book Stall, 2013), 1/709-712

31۔امام مسلم، **الصحیح المسلم**، کتاب الاقضیہ، باب بیان ان حکم الحاکم لایغیر الباطن

Imām Muslim,**Al- Ṣaḥīḥ al Muslim** (Kitāb ul Aaqzia, Bāb Bayān inna hukam al Hakim lā Yughayur al bātin

32۔غلام رسول سعیدی، **تفسیر تبیان القرآن**، 1/713

Ghulam Rasool Saeedi, **Tafseer Tibyān ul Qur’an**, 1/713

33۔**اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور** (ترمیم شدہ لغایت 31 جولائی 2004ء)، قومی اسمبلی پاکستان، آرٹیکل 163، 248-162

Islamī Jamhūria Pakistan ka Dastūr (Tarmeem Shuda Lughayat 31 july 2004AD) Qūmi Assambli Pakistan, Article 163-162-248

34۔ ایضا،3

Aizan, 3
35-https://www.dawn.com/news/1435246,13-03-2023,1:00pm
36-https://dunyanews.tv/en/Pakistan670158-PM-Shehbaz-gets-permanent-exemption-from-appearance-in-money-laundering-,13-03-2-23,2:00pm

37۔ ابن ماجہ، **سنن ابن ماجہ**، کتاب الزھد، باب معشیۃ آل محمد

Ibn e Mājah, **Sunan Ibn e Mājah**, Kitāb al Zuhud, Bāb Ma'shiyat Aāl Muhammad

38۔ کاندھلوی، **حیاۃ الصحابہ** (اردو)،2/104

Kāndhlawī **, Hayāt Us Sahāba** (Urdu), 2/104
39-https://www.dawn.com/news/1694153,13-03-2023,3:00pm

40۔ السیوطی، **تاریخ خلفاء**،215-214

Al-Suyutī, **Tarikh al-Khulafā'**, 214-215

41۔ ابن سعد ابو عبد اللہ محمد علامہ، مترجم: عبد اللہ العمادی علامہ، **طبقات ابن سعد** (کراچی، دارالاشاعت،2000)2/78

Ibn e Sa'd Abu 'Abd Allah Muhammad 'Allama, Mutarjim: 'Abdullah al 'Ammadi 'Allama, **Tabaqat ibn Sa'd** (Karachi, Darul Ishaa't, 2000), 2/78
42-https://cabinet.gov.pk/poicyDetail/MDAZTYxNWEtYzE2NiOOMT cOLWFjZWMtYTRIMTUOYWNINDAw,15-03-2-23,2:00pm

43۔ ابن خلدون، **تاریخ ابن خلدون**،1/309

Ibn Khaldūn ,**Tarikh ibn Khaldūn**, 1/309